



شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے

مکتبہ دارالسلام، ۱۴۳۳ھ

فہرستہ مکتبہ السملک فہد الوطنیہ أثناء النشر

العریفی، محمد عبدالرحمن

استمتع بحیاتک. / محمد عبدالرحمن العریفی - الرياض، ۱۴۳۳ھ

ص: ۵۵۸ مقاس: ۱۴×۲۱ سم

ردمک: ۱-۱۳۱-۵۰۰-۶۰۳-۹۷۸

(النص باللغة الاردية)

۱. الاخلاق الاسلامية ۲. العلاقات الانسانية ۳. الوعظ والارشاد

ديوي ۲۱۳ ۱۴۳۳/۶۴۷۵

رقم الإيداع: ۱۴۳۳/۶۴۷۵

ردمک: ۱-۱۳۱-۵۰۰-۶۰۳-۹۷۸

63	فقراء و مساکین کے ساتھ	9
66	خواتین	10
74	بچے	11
81	غلام اور خدام	12
84	مخالفین کے ساتھ	13
94	حیوانات سے حسن سلوک	14
98	اللہ کی رضا کے لیے نیت درست کیجیے	15
104	ہر فرد کے لیے مناسب رویہ اختیار کیجیے	16
123	مناسب طرز گفتگو کا انتخاب کریں	17
133	پہلا تاثر ہی حتمی تاثر ہے	18



فہرست



14	عرض ناشر	
20	پیش لفظ	
22	استفادے سے محروم لوگ	1
26	آئندہ ہم کیا سیکھیں گے؟	2
29	مہارتوں کی تلاش کیوں؟	3
34	اپنے آپ کو ترقی دیجیے	4
39	اپنا مزاج بدلنا مشکل ہے..... ناممکن نہیں!!!	5
43	نمائیاں بنئے	6
47	کون آپ کو سب سے زیادہ پیارا ہے؟	7
57	مہارتوں سے لطف اٹھائیے	8

232	غلطی کا تذکرہ آسان بنائیں	32
243	دوسری رائے	33
249	برائی کا بدلہ اچھائی سے دیجیے	34
259	پہلے غلطی کا احساس دلائیں پھر نصیحت کریں	35
266	مجھے ملامت مت کرو! بات ختم ہوگئی	36
280	نصیحت کرنے سے پہلے غلطی کی تحقیق کر لیں	37
285	ملامت ضرور کریں مگر نرمی سے	38
289	مشکلات سے جان چھڑائیں	39
297	اپنی غلطی کا اعتراف کریں اور تکبر سے بچیں	40
301	سفید کپڑے پر ہلکا ساداغ بھی نظر آتا ہے	41
305	غلطی کے ازالے کا مناسب طریق کار	42
312	لکڑیاں آسانی سے توڑنے کے لیے گٹھا کھول دیں	43
318	تعذیبِ نفس	44
323	چند مشکلات جن کا کوئی حل نہیں	45
327	اپنے آپ کو غم کے مارے ہلاک نہ کریں	46
331	اللہ نے قسمت میں جو لکھ دیا اس پر راضی ہو جائیے	47
338	کوہِ گراں بنے	48
342	اس پر لعنت نہ بھیجو	49
344	جو آپ نے چاہا وہ نہیں ہوا تو وہ چاہیے جو ہو رہا ہے	50
347	ہم اختلاف کرتے ہیں، اس کے باوجود دوست ہیں	51



141	لوگوں کی فطرت زمین کے مانند ہے	19
154	امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ کی رسی	20
161	نفسیات کا لحاظ	21
z	لوگوں کی قدر و قیمت کا احساس	22
181	دوسروں کو بتائیں کہ آپ اُن کی بھلائی چاہتے ہیں	23
186	نام یاد رکھیں	24
189	دوسروں کی تعریف کریں	25
197	ہمیشہ صرف خوب صورتی کی تعریف کریں	26
201	ایسے کام میں دخل مت دیں جس سے آپ کا تعلق نہیں	27
206	دخل انداز سے کیسے نبٹا جائے	28
209	تنقید نہ کریں	29
216	استاد بننے کی کوشش مت کریں	30
223	عدل و انصاف سے کام لیں	31

378	مُسکراؤ..... پھر مسکراؤ.....، مسکرائے جاؤ	57
383	ریڈ لائن	58
389	راز داری	59
397	حاجت براری	60
403	جو کام نہیں کر سکتے اس کا ذمہ نہ لیجیے	61
410	بہی کو لات کس نے ماری؟	62
418	تواضع و انکسار	63
421	مخفی عبادت	64
430	انہیں گڑھے سے باہر نکالیں	65
433	ظاہری تراش خراش کا اہتمام	66
437	سچائی	67
441	اصولوں پر ثابت قدمی	68
446	لاچ	69



249



223



216



289



285



266



323



305



301



344



331



327

353

نرمی کا برتاؤ

52

359

زندہ اور مردہ کے درمیان

53

369

میٹھے بول میں جادو ہے

54

373

اختصار سے کام لیں اور جھگڑانہ کریں

55

376

لوگوں کی باتوں کی پروا نہ کیجیے

56



369



359



353



403



397



378

496	الفاظ کی جادوگری	78
501	حالات اچھے نہیں، نہ سہی!! طرز کلام تو اچھا ہو	79
508	دُعا	80
522	دونوں آنکھوں سے دیکھیے	81
527	فنِ سماعت	82
531	فنِ مکالمہ	83
537	اعتراض کرنے والوں کا راستہ بند کیجیے	84
541	انتظار کیجیے، اعتراض کرنے میں جلدی نہ کریں	85
544	سرگوشی سے پہلے صدقہ	86
554	ضروری نہیں کہ آپ ہمیشہ کامیاب ہوں	87
556	بہادر بن کر ابھی سے آغاز کیجیے	88



508



496



493



556



541



522



446



437



418



470



460



450

450	درگزر کرنا	70
460	جو دوسخا	71
470	ایذا رسانی سے بچنا	72
475	دشمنیاں نہ پالیں	73
477	زبان بادشاہ ہے	74
485	اپنی زبان قابو میں رکھیے	75
489	نصیحت کرنے کا درست طریقہ	76
493	جذبائی سرمایہ	77



489



477



475

یہ اُن دنوں کی بات ہے جب میں عمر عزیز کے سوھویں سال میں تھا، ڈیل کارنیگی کی ایک کتاب ”لوگوں سے معاملہ کرنے کا فن“ میرے ہاتھ لگی۔ یہ ایک عمدہ کتاب تھی۔ میں نے اسے کئی بار پڑھا۔ مصنف نے تجویز دی تھی کہ ہر مہینے اس کتاب کا از سر نو مطالعہ کیا جائے۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ اس دوران میں، میں نے لوگوں کے ساتھ اپنے معاملات طے کرنے کے سلسلے میں کتاب کے اصولوں کو عملی جامہ پہنانا شروع کیا تو اس کے حیرت انگیز نتائج میرے سامنے آئے۔

کارنیگی کا طریق کار یہ تھا کہ وہ پہلے ایک اصول بیان کرتا، پھر اس کے تحت اپنی قوم کے نمایاں رجالِ کارجن میں روزِ ولٹ، لنکن، جوزف اور مائیک وغیرہ شامل ہیں، کے واقعات مثالوں کے طور پر پیش کرتا۔ میں نے غور کیا تو محسوس ہوا کہ یہ آدمی محض دنیاوی خوشی اور سعادت مندی کی خاطر کتابیں لکھتا اور لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ اگر وہ اسلام اور اس کے اخلاق و خصائل سے واقف ہو کر دونوں جہاں کی خوشیاں حاصل کر لیتا تو کتنی اچھی بات تھی! وہ معاملاتِ زندگی میں کام آنے والی ان مہارتوں کو عبادت سمجھتا اور اس کے ذریعے سے اپنے رب کا تقرب حاصل کر لیتا تو کیا ہی خوب ہوتا!

پھر مجھے پتا چلا کہ کارنیگی نے خودکشی کی تھی تو حیرانی ہوئی کہ اس کی خوبصورت اور عمدہ کتاب نے اسے کوئی نفع نہیں پہنچایا۔

میں نے تاریخِ اسلامی کی ورق گردانی کی تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کی سیرتوں اور امت کے نمایاں افراد کی سرگزشتوں میں لطافت کے ایسے ایسے موتی بکھرے پڑے ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے ہمیں اغیار کے بجھے ہوئے چراغوں کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ تب میں نے لوگوں سے معاملہ کرنے کے فن پر یہ کتاب لکھنے کا آغاز کیا۔ یہ کتاب کسی ایک مہینے یا ایک سال کی کاوش کا نتیجہ نہیں، بلکہ یہ ثمرہ ہے میری اُن تحقیقات کا جن پر میں نے اپنی زندگی کے بیس

حق بریں صرف کیے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اب تک مجھے بیس سے زائد عنوانات پر کتابیں تالیف کرنے کی توفیق دی جن میں سے چند ایک کتب کے بعض ایڈیشن بیس بیس لاکھ نسخوں سے متجاوز رہے، مگر درحقیقت مجھے یہ کتاب اپنی تمام کتابوں سے زیادہ پیاری اور نفیس معلوم ہوتی ہے۔

عملی فوائد کے اعتبار سے بھی یہ کتاب، جہاں تک میں سمجھتا ہوں، میری ساری کتابوں سے فزوں تر ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جسے میں نے خونِ جگر کی روشنائی سے لکھا، جس کی سطروں میں اپنی روح کو اندیل دیا اور جس میں میری یادداشتوں کا نچوڑ شامل ہوا۔ یہ چند الفاظ ہیں جو دل سے نکلے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ دل تک راہ پائیں گے۔ میرے لیے اس سے بڑھ کر خوشی کی بات کیا ہوگی کہ کوئی بھائی یا بہن یہ اصول اپنا کر اپنی زندگی کو مایوسیوں کے بھنور سے نکالنے میں کامیاب ہو جائے، اپنی صلاحیتیں بڑھالے اور زندگی سے پیار کرنے لگے اور یہ جان کر میری مسرت دو چند ہو جائے گی کہ کسی نے ان اصولوں کی روشنی میں اپنی زندگی سنواری، پھر وہ دوسروں کی زندگی میں امید کے دیپ جگانے کا باعث بنا۔ میری خواہش ہے کہ محترم قاری مجھے خط لکھ کر کتاب کے متعلق اپنے تاثرات مجھ تک پہنچائے اور کامیابی حاصل کرنے کے بعد اپنے احساسات کی سچی تصویر کشی کرے۔ میں تیرے دل سے اس کا ممنون ہوں گا اور اس کے لیے دعا گو رہوں گا۔

اللہ تعالیٰ سے التجا ہے کہ وہ اس کتاب کا نفع عام کرے، اسے محض اپنی رضا مندی کے حصول کا ذریعہ بنائے اور اُن احباب کو جزائے خیر عطا کرے جنہوں نے کتاب کی اشاعت میں کسی نوع کا تعاون کیا ہے۔

طالب خیر

دکتور محمد بن عبدالرحمن العریفی

آغاز

”غرض یہ نہیں کہ آپ محض ایک کتاب پڑھ ڈالیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ آپ اس کتاب سے فائدہ اٹھائیں۔“



استفادے سے محروم لوگ

اس پر میں نے کہا: ”اچھا! یہ تو بتائیں کہ آپ کیوں خودکشی کرنا چاہتے ہیں؟“
وہ بولا: ”کیونکہ مجھے کوئی ملازمت نہیں ملتی، لوگ مجھے پسند نہیں کرتے، دراصل میں ایک ناکام انسان ہوں۔“ پھر اس نے مجھے تفصیل سے اپنے حالات بتائے۔ وہ اپنے آپ میں بہتر تبدیلی لانے اور اپنی دستیاب صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے میں ناکام رہا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم میں سے بیشتر افراد کو یہ مسئلہ درپیش ہے۔

سوال یہ ہے کہ آخر انسان اپنے آپ کو اس قدر گھٹیا کیوں تصور کر لیتا ہے۔ وہ پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے لوگوں کو ہی کیوں تاکتا رہتا ہے۔ اُن کی طرح وہ بھی پہاڑ کی بلندیوں پر کیوں نہیں پہنچ جاتا۔ یا کم از کم لوگوں کی دیکھا دیکھی پہاڑ پر چڑھنا ہی شروع کر دے۔
کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

وَمَنْ يَتَّهَبُ صُعُودَ الْجِبَالِ
يَعِشُ أَبَدَ الدَّهْرِ بَيْنَ الْحُفَرِ

”جو کوہ پیائی سے گھبراتا رہتا ہے وہ ہمیشہ گڑھوں میں زندگی بسر کرتا ہے۔“
کیا آپ جانتے ہیں کہ کون آدمی اس کتاب سے یا ان اصولوں پر لکھی گئی کسی بھی کتاب سے کبھی استفادہ نہیں کر سکتا؟ وہ بے چارہ انسان جس نے اپنی بُری عادتوں کے روبرو سر تسلیم خم کر دیا ہے، جو اپنی موجود صلاحیتوں پر قناعت کر کے بیٹھ گیا اور کہتا ہے کہ میں کیا کروں۔ یہ میرے مزاج کا حصہ ہے۔ اللہ نے مجھے ایسا ہی بنایا ہے۔ میں اس کا عادی ہو چکا ہوں۔ میں اپنی طریق کار تبدیل نہیں کر سکتا۔ لوگ میرے اس مزاج کے عادی ہو چکے ہیں۔ اگر آپ کہیں کہ میں خالد جیسی تقریر کرنے لگوں یا احمد جیسا خوش باش نظر آؤں یا جواد کے مانند لوگوں کا پیارا بن جاؤں تو یہ محال ہے، وغیرہ وغیرہ۔

ایک دن میں ایک مجلس میں حاضر تھا۔ میرے ساتھ ایک خاصے عمر رسیدہ بزرگ تشریف فرما تھے۔ مجلس میں بیٹھے تقریباً سب افراد عوام کے طبقے سے تعلق رکھتے تھے اور معمولی صلاحیتوں

مجھے بخوبی یاد ہے کہ ایک دفعہ مجھے اپنے موبائل فون پر ایک پیغام موصول ہوا جو مختصر سے سوال پر مشتمل تھا۔

”یا شیخ! خودکشی کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟“

میں نے موبائل فون پر سائل سے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے ایک نوجوان کی آواز آئی جس نے ابھی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا ہی تھا۔

میں نے کہا: ”معاف کرنا، آپ کا سوال میری سمجھ میں نہیں آیا، ذرا دہرا دیجیے۔“

اس نے زندگی سے بیزار لہجے میں جواب دیا: ”شیخ! سوال تو بڑا ہی

واضح ہے کہ خودکشی کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟“

میں نے چاہا کہ اسے ایسا جواب دوں جس کی اسے توقع ہی نہ ہو۔

میں ہنسا اور بولا: ”مستحب (پسندیدہ) ہے۔“

”کیا؟“ وہ چلایا۔

میں نے پوچھا: ”کیا ہم یہ طے کرنے میں آپ کا ہاتھ بٹائیں کہ آپ

کو خودکشی کے لیے کون سا طریقہ استعمال کرنا چاہیے؟“

نوجوان چپ رہا۔





بچے

آمناسا منا ہونے پر یا تحفہ پیش کر کے یا خط لکھ کر بھی کیا جاتا ہے۔ اس لیے بچے کے سامنے مسکراہٹ کو معمولی نہ جانے۔ آپ کے بہتر طرز عمل ہی سے بچے کے دل میں آپ کی جگہ بن پائے گی۔

ایک دن میں نے ایک مقامی اسکول میں ننھے طلبہ کو نماز کے موضوع پر لیکچر دیا۔ میں نے ان سے کہا کہ کسی بچے کو نماز کی اہمیت کے متعلق کوئی حدیث یاد ہو تو بتائے۔ ایک بچہ کھڑا ہوا اور بولا: ”رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

«بَيْنَ الرَّجُلِ وَ بَيْنَ الْكُفْرِ أَوْ الشُّرْكِ تَرْكُ الصَّلَاةِ»

”آدمی اور کفر و شرک کو ملانے والی کڑی ترک نماز ہے۔“¹

مجھے اس کا جواب بہت پسند آیا اور اتنی خوشی ہوئی کہ میں نے اپنی گھڑی اتار کر اسے انعام میں دے دی۔ میں عام طور پر معمولی قسم کی گھڑی پہنتا ہوں۔ ایسی گھڑیاں ہمارا محنت کش طبقہ استعمال کرتا ہے۔

میرے دیے ہوئے انعام نے لڑکے کو بہت انگیز کیا۔ اسے علم سے بڑی محبت ہو گئی اور اس کی قدر و قیمت کا احساس ہوا۔ بعد ازاں وہ حفظ قرآن کی طرف متوجہ ہو گیا۔ سالہا سال گزر گئے۔ ایک دن میں ایک مسجد میں نماز کے لیے گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی لڑکا جسے کئی سال پہلے میں نے انعام دیا تھا، مسجد کا امام ہے۔ اب وہ جوان ہو چکا تھا اور شریعہ کالج سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد قضاء (Judiciary) کے شعبے میں خدمات سرانجام دے رہا تھا۔ میں نے اسے نہیں پہچانا لیکن اس نے مجھے پہچان لیا تھا۔

جس محبت اور عزت افزائی سے وہ کئی سال پہلے بہرہ ور ہوا تھا اس کا خوشگوار اثر آج بھی اس کے ذہن میں باقی تھا۔

مجھے یاد ہے کہ ایک بار مجھے رات کی کسی دعوت میں مدعو کیا گیا۔ وہاں میری ملاقات ایک روشن چہرہ نو جوان سے ہوئی۔ اس نے بڑی گرم جوشی سے مجھے سلام کیا اور بتایا کہ ایک موقع پر

بچپن میں پیش آنے والے بیشتر فرحت انگیز یا ناخوشگوار واقعات آج بھی ہمارے ذہنوں میں تازہ ہیں، یوں جیسے کل ہی کی بات ہو۔

آپ اپنے ذہن کی باگیں ذرا ماضی میں گزرے ایام طفولیت کی طرف موڑیے، بے اختیار آپ کو خوشی غمی کے مختلف واقعات یاد آئیں گے۔ آپ کو یاد آئے گا کہ اسکول میں کسی مقابلے میں حصہ لینے پر آپ نے انعام حاصل کیا تھا۔ آپ کو یاد آئے گا کہ ایک محفل میں کسی نے آپ کی ستائش کی تھی۔ یہ اور اس طرح کے کئی خوشی کے مواقع آپ کے حافظے کی لوح پر کندہ ہوں گے جنہیں آپ بھلا نہیں سکتے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم بچپن میں پیش آمدہ ناخوشگوار اور دکھی واقعات بھی یاد رکھتے ہیں۔ استاد نے کبھی پیٹا ہو یا اسکول میں کسی سے جھگڑا ہوا ہو یا ایسے مواقع جن میں ہمیں خاندان والوں کی طرف سے توہین آمیز رویے کا سامنا کرنا پڑا ہو۔ بچوں سے اچھا سلوک کرنا نہ صرف خود انہیں متاثر کرتا ہے بلکہ اُن کے والدین اور عزیز واقارب بھی اس کا خوش گن اثر لیے بغیر نہیں رہتے۔ بالخصوص پرائمری اسکول کے ٹیچر کے ساتھ تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اس کا ننھا طالب علم گھر جا کر بتاتا ہے کہ ہمارا استاد بہت اچھا ہے، مارتو دور کی بات اس نے ہمیں کبھی ڈانٹا بھی نہیں تو اس کے والدین بھی استاد سے ملاقات ہونے پر اس کے طرز عمل کی تعریف اور حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ خوشی کے ان جذبات کا اظہار کبھی سر راہ

اللہ کی رضا کے لیے نیت درست کیجیے



میں بعض افراد کی صحبت میں کئی سال رہا اور ان کے طرزِ عمل اور طریقہ تعامل پر غور کرتا رہا۔ مجھے نہیں یاد کہ میں نے انھیں کبھی رسمی طور پر بھی مسکراتے یا ہنستے ہوئے دیکھا ہو۔ میں سمجھا کہ شاید یہ ان کی فطرت کا حصہ ہے جسے تبدیل کرنے کی وہ سکت نہیں رکھتے۔ لیکن میں نے ان افراد کو چند مخصوص مواقع پر بعض انتہائی خاص لوگوں سے، بالخصوص دولت مند افراد اور اصحابِ بست و کشاد سے، ہنس ہنس کر باتیں کرتے اور ان کے سامنے لطافتیں بکھیرتے دیکھا۔ تب جا کر مجھے ادراک ہوا کہ وہ یہ طرزِ عمل خاص مصلحتوں کے پیشِ نظر اختیار کرتے ہیں۔ یوں وہ اللہ کے ہاں بڑے ثواب سے محروم رہ جاتے ہیں۔

ایک ایماندار انسان صرف اللہ کی رضا کے حصول کی خاطر سب لوگوں سے یکساں حسنِ سلوک سے پیش آتا ہے۔ اس کا یہ کریکٹر نہ کسی دنیاوی منفعت کے لیے ہوتا ہے اور نہ کسی وقتی مادی فائدے کی خاطر۔ وہ جیسا برتاؤ ایک مالدار شخص سے کرتا ہے ویسا برتاؤ نادار شخص سے کرتا ہے۔ سڑک پر جھاڑو لگانے والے خاکروب کے لیے بھی وہ احترام کے وہی جذبات رکھتا ہے جو کسی اونچے ادارے کے ڈائریکٹر کے لیے رکھتا ہے۔

اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کا اسوہ ہمارے سامنے ہے۔ اسلام نے انسان ہونے کے ناطے تمام انسانوں کو یکساں حقوق کا حقدار ٹھہرایا ہے۔ دیگر مذاہب و ادیان پر اسلام کی برتری

کا ایک روشن پہلو یہ بھی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَ أَقْرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا»

”روزِ قیامت میرے محبوب ترین اور نزدیک ترین لوگوں میں تمھارے وہ افراد بھی شامل ہوں گے جن کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔“¹

انج عبدالقیس سے آپ نے کہا تھا:

”آپ میں دو خصلتیں ایسی ہیں جنہیں اللہ اور اس کا رسول پسند کرتے ہیں۔“

وہ دو خصلتیں کیا تھیں؟ رات کا قیام یا دن کے روزے؟ نہیں!

اس نے خوش ہو کر پوچھا: ”اے اللہ کے رسول! وہ کون سی خصلتیں ہیں؟“

فرمایا: ”تخل اور ٹھہراؤ۔“²

رسول اللہ ﷺ سے نیکی کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا:

«الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ» ”نیکی حسنِ اخلاق کا نام ہے۔“³

آپ سے استفسار کیا گیا کہ اکثر لوگ کس چیز کے سبب جنت میں جائیں گے؟ آپ نے جواب دیا:

«تَقْوَى اللَّهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ»

”اللہ کا تقویٰ اور حسنِ اخلاق۔“⁴

آپ نے فرمایا:

«أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ أَخْلَاقًا الْمُوْطَوُونَ»

”اکمل المؤمنین ایماناً احسنہم اخلاقاً الموطونون“



استاد بننے کی کوشش مت کریں



تین آدمیوں کا موازنہ کیجیے جن میں سے ہر ایک اپنے بیٹے کو امتحانات کے دنوں میں ٹیلی ویژن کے سامنے بیٹھا پاتا ہے۔

پہلا کہتا ہے: ”حامد! چلو امتحان کی تیاری کرو۔“

دوسرا کہتا ہے: ”ماجد! تم نے امتحان کی تیاری نہ کی تو واللہ میں تمہیں ماروں گا اور جیب خرچ بھی نہیں دوں گا۔“

تیسرا آدمی اپنے بیٹے سے کہتا ہے: ”جواد بیٹا! اگر تم امتحان کی تیاری کرو تو یہ ٹیلی ویژن دیکھنے سے بہتر ہے، ٹھیک ہے نا؟“

ان تینوں میں سے کس آدمی کا اندازِ تنبیہ اچھا ہے؟ یقیناً تیسرے آدمی کا۔ کیونکہ اس نے مشورے کے انداز میں حکم صادر کیا ہے۔

کوئی انسان غلطی کر بیٹھے تو اسے سمجھاتے ہوئے ایسا انداز اختیار کیجیے کہ اسے احساس ہو کہ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں اس کی اپنی سوچ بھی وہی ہے۔ آپ کا بیٹا نماز کے لیے مسجد نہیں گیا تو آپ اس سے کہیں:

”سعد! تم جنت میں نہیں جانا چاہتے؟ جانا چاہتے ہونا! تو نمازوں کی پابندی کیا کرو۔“

ایک اعرابی کے ہاں سیاہ بچے نے جنم لیا۔ اسے تعجب ہوا کہ میں اور میری بیوی دونوں گورے ہیں تو یہ سیاہ بچہ کہاں سے آگیا۔ شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ ڈالا۔ وہ پریشانی کی حالت میں مدینہ آیا۔ رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اور کہا: ”اے اللہ کے رسول! میرے ہاں سیاہ بچے نے جنم لیا ہے جبکہ ہم میں سے کوئی بھی سیاہ نہیں۔“

نبی ﷺ اسے دوسروں پر اعتماد کرنے اور بیوی پر تہمت نہ لگانے کے متعلق نصیحت کر سکتے تھے لیکن آپ نے اُسے سمجھانے کے لیے ایسا انداز اختیار کیا جس کے ذریعے سے وہ آدمی بذاتِ خود اپنی مشکل حل کرنے کی کوشش کرتا۔

آپ نے اُس کی طرف دیکھ کر دریافت کیا:

”کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟“

اس نے کہا: ”ہاں۔“

”کس رنگ کے؟“

”سرخ۔“ اعرابی نے جواب دیا۔

”ان میں کوئی سیاہ اونٹ بھی ہے؟“

”نہیں۔“

”کوئی خاکستری اونٹ؟“

”خاکستری ہے۔“ اعرابی بولا۔

”وہ کہاں سے آیا؟“

اعرابی نے تھوڑی دیر سوچا، پھر بولا: ”ہو سکتا ہے اُسے کوئی رگ کھینچ لائی ہو۔“

یعنی اونٹ کے آباء و اجداد میں کوئی خاکستری اونٹ ہوگا اور مشابہت نسل میں باقی رہ گئی ہو

گی جو اس اونٹ میں ظاہر ہو گئی۔





جو آپ نے چاہا وہ نہیں ہوا
تو وہ چاہیے جو ہو رہا ہے

”جب کوئی چارہ کار نہیں تو گزارہ کرو۔“

یہ بات میں نے ایک نوجوان سے کہی جو ذیابیطس کا مریض تھا۔ وہ پھیکی چائے پی رہا تھا اور اپنے حال پر افسوس کر رہا تھا۔ میں نے کہا:
”چائے نوشی کے دوران تمہارے افسوس کرنے یا غمزدہ ہونے سے اس بیماری کو کوئی فائدہ ہوگا؟“

وہ بولا: ”نہیں۔“

اس پر میں نے کہا: ”جب کوئی چارہ کار نہیں تو گزارہ کرو۔“

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ضروری نہیں کہ دنیا کے سارے معاملات ہماری مرضی کے مطابق ہوں۔ ایسی صورت حال کا سامنا ہمیں اکثر کرنا پڑتا ہے۔

آپ اپنی من پسند ملازمت کے لیے انٹرویو دینے گئے۔ وہاں آپ کو قبول نہیں کیا گیا۔ آپ نے دوسری جگہ رجوع کیا، وہاں آپ کو رکھ لیا گیا، اس پر اہلم کا حل کیا ہے؟ یہی کہ ”جب کوئی چارہ کار نہیں تو گزارہ کرو۔“

آپ نے کسی لڑکی کا رشتہ مانگا۔ لڑکی والوں نے انکار کر دیا اور کسی اور کا پیغام نکاح قبول کر لیا۔

اب کیا ہو سکتا ہے؟ یہی ناکہ ”جب کوئی چارہ کار نہیں تو گزارہ کرو۔“ بہتر ہے کہ اس کا خیال دل سے نکال کر کسی اور لڑکی سے شادی کر لیں۔ دنیا میں لڑکیوں کی کمی ہے کیا؟ بہت سے لوگوں کو ان مسائل کا یہ دو ٹوک حل پسند نہیں آتا۔ وہ ان مسائل کا حل دائمی (فردگی، ہمیشہ کے افسوس اور ہر ایرے غیرے سے شکوہ شکایت کی صورت میں نکالتے ہیں۔ لیکن یہ انداز نہ تو انہیں کھوئی ہوئی اشیاء دلاتا ہے اور نہ قسمت کے لکھے کو تبدیل کرتا ہے۔ میرے نزدیک زندگی کے ان مسائل کا سوائے اس کے اور کوئی حل نہیں کہ آپ جو چاہتے ہیں وہ نہیں ہوتا تو وہ چاہنے لگ جائیں جو ہو سکتا ہے۔ عقل مند انسان وہی ہے جو اپنا مزاج حالات کے سانچے میں ڈھال لیتا ہے، یہاں تک کہ وہ صورت حال کی تبدیلی پر قادر ہو جائے۔

میرا دوست جو ایک مسجد کی تعمیراتی سرگرمیوں کا نگران تھا، اُس نے مجھے بتایا کہ دوران تعمیر رقم کی کمی کے باعث انہوں نے شہر کے ایک نامی گرامی تاجر سے مدد طلب کی۔ وہ اُس کے ہاں گئے۔ تاجر نے انہیں بٹھایا۔ خاطر تواضع کی۔ انہوں نے مدعا کہا تو تاجر نے حسب توفیق مدد کی، پھر وہ جیب سے ایک دوا نکال کر لینے لگا۔ ہم نے کہا: ”خیریت؟ کیا بات ہے؟“

تاجر کہنے لگا: ”کچھ نہیں۔ یہ نیند کی گولیاں ہیں۔ دس سال ہو گئے، ان کے بغیر مجھے نیند نہیں آتی۔“

ہم نے اُس کے لیے دعا کی اور سلام کر کے نکل آئے۔ راستے میں سڑک کی تعمیر کا کام جاری تھا۔ وہاں انہوں نے بڑے بڑے جزیروں کے ذریعے سے سرچ لائیں جلا رکھی تھیں۔ جزیروں کا شور دور دور تک سنائی دیتا تھا۔ یہ سب معمول کی بات تھی۔ عجیب بات یہ تھی کہ جزیروں کا غریب چوکیدار اخبار کے چند کاغذ زمین پر بچھائے مزے سے سو رہا تھا۔ جی ہاں! زندگی گزارے۔ پریشان ہونے کا وقت نہیں۔ ضروریات زندگی میں سے جو

دونوں آنکھوں سے دیکھیے



ہم ہمیشہ لوگوں کی غلطیاں نکالنے اور اُن کی لغزشیں نوٹ کرنے میں غیر معمولی مہارت کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اکثر نکتہ چینی بھی کر دیتے ہیں۔ لیکن بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ ہم کوشش کر کے لوگوں کی اچھائیاں تلاش کریں اور پھر اُن اچھائیوں کی بنیاد پر لوگوں کی ستائش میں پیش پیش ہوں۔

تمام اساتذہ بد محنت، سست اور غبی طالب علم کو ہمیشہ کوستے ہیں۔ بہت کم اساتذہ ایسے ہوتے ہیں جو محنتی اور ہوشیار طالب علم کی تعریف بھی کرتے ہیں۔

بسا اوقات ہم بچوں کو اُن کی غلطیوں اور شرارتوں پر ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہیں۔ لیکن جب وہ کوئی اچھا کام کرتے ہیں تو ہم عموماً توجہ نہیں دیتے۔ یوں ہم دلوں تک رسائی کے بہت سے مواقع کھو دیتے ہیں۔

لوگوں میں موجود اچھائیوں کی تعریف کرنا واقعی بڑی عمدہ مہارت ہے۔

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی قوم تلاوت و حفظ قرآن کا بہت



اہتمام کرتی تھی۔ تلاوت کلام پاک کی کثرت اور عمدگی کے باعث انھیں بیشتر صحابہ کرام پر فوقیت حاصل تھی۔

ایک سفر کے دوران قبیلہ اشعر کے لوگ نبی ﷺ کے ہمراہ تھے۔ رات کو ایک مقام پر پڑاؤ کیا۔ صبح ہوئی اور لوگ اکٹھے ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”میرے اشعری رفقاء رات کو خیموں میں جاتے ہیں تو میں تلاوت قرآن میں منہمک ان کی آوازوں سے خیمے پہچان لیتا ہوں۔ اگرچہ میں نے دن کے وقت اُن کے خیمے نہیں دیکھے ہوتے۔“¹

رسول اللہ ﷺ کے ان تعریفی جملوں سے اشعریوں کو جو مسرت حاصل ہوئی ہوگی اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ ایک صبح رسول اللہ ﷺ کی ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے ان سے فرمایا:

”کاش! رات آپ مجھے دیکھتے جب میں آپ کی تلاوت کان لگا کر سن رہا تھا۔ آپ کو تو آل داؤد کے سروں میں سے ایک سر عطا کیا گیا ہے۔“

اس پر ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ پھولے نہ سمائے۔ کہنے لگے: ”اگر مجھے پتا ہوتا کہ آپ میری تلاوت بغور سن رہے ہیں تو میں ایسی خوش الحانی سے تلاوت کرتا کہ مزہ آجاتا۔“²

جی ہاں! رسول اللہ ﷺ اپنے احساسات پوشیدہ نہیں رکھتے تھے بلکہ جس کے لیے ہوتے اس کے سامنے اظہار کر دیتے تھے۔

عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ کا شمار عام صحابہ کرام میں ہوتا تھا۔ اُن میں کوئی غیر معمولی صلاحیت یا خوبی نہیں تھی، البتہ ان کا دل ایمان کی حرارت سے مملو تھا۔ رسول اللہ ﷺ اُن کے دل کی اس کیفیت سے واقف تھے۔ ایک روز آپ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ اتنے میں کسی طرف سے غنیمت وغیرہ کا مال آیا جسے آپ صحابہ کرام کے درمیان تقسیم کرنے لگے۔ زکاۃ و صدقات کی عادلانہ تقسیم کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کا طریق کار بڑا واضح اور صاف ستھرا



بہادر بن کر ابھی سے آغاز کیجیے

اس لیے

”اگر آپ واقعی اپنے آپ میں تبدیلی چاہتے ہیں تو بہادر بنئے اور ابھی سے
آغاز کیجیے۔“

ایک بار ہم نے لوگوں سے تعامل کی مہارتوں کے موضوع پر سہ روزہ ورکشاپ منعقد کی۔
ورکشاپ میں ایک نوجوان عبدالعزیز نے بھی شرکت کی۔ وہ میرے لیکچروں سے بہت متاثر
تھا۔ ہر قابل لحاظ بات اس نے نوٹ کی۔ ورکشاپ اختتام کو پہنچی۔

ایک ماہ بعد ہم نے دوبارہ اسی ورکشاپ کا انعقاد کیا۔ میں نے حاضرین کی طرف دیکھا تو
اگلی نشستوں میں مجھے عبدالعزیز بیٹھا نظر آیا۔ میں حیران ہوا کہ یہ نوجوان دوبارہ کیوں آیا ہے
جبکہ لیکچروں کا مواد وہی ہے جو گذشتہ ورکشاپ میں تھا۔

نماز کا وقفہ ہوا تو میں نے عبدالعزیز کا ہاتھ پکڑا اور اسے ایک جانب لے گیا۔ میں نے
پوچھا:

”عبدالعزیز! تم دوبارہ کیوں آئے ہو؟ تم جانتے ہو کہ لیکچروں کا مواد زیادہ تر پچھلے والا
ہے۔ جو نوٹس تم لے رہے ہو، یہ بھی وہی نوٹس ہیں۔ سرٹیفکیٹ بھی تمہیں وہی دیا جائے گا جو
تم پہلے حاصل کر چکے ہو۔ تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔“

اس نے جواب دیا:

”آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ لیکن یقین کریں میرے دوست احباب کہتے ہیں کہ عبدالعزیز تم
بدل گئے ہو۔ تمہارا برتاؤ ہم سے بالکل مختلف ہے۔ میں نے اُن کی بات پر غور کیا تو معلوم